اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۴، مسلسل شمارہ:۳۷۰، سال۲۰۲۳ء

دشتِ تحقیق میں موجِ نسیم

(ڈاکٹر الف۔د۔ نسیم کی تنقیدی و تحقیقی کائنات)

محمد افتخار شفیع، پی ایچ ڈی
صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، ساہیوال

'BREEZY' INSIGHT INTO THE WORLD OF RESEARCH
(A COLLECTION OF DR. A. D. NASEEM'S LITERARY CRITICISM)

Muhammad Iftikhar Shafi, PhD
Chairman Department of Urdu
Govt. College Sahiwal

Abstract

Dr.A.D.Naseem holds a significant position in the realm of Urdu research, making a substantial impact through his roles as an outstanding educator, a distinguished critic, and a diligent researcher. His primary area of scholarly focus revolves around the Urdu works of Chishti Sophia, positioning him as a pioneering figure in this specialized field of study. Notably, Dr. Naseem stands as the first individual to attain a PhD from Punjab University Oriental College, signifying his trailblazing contributions to academia. In this article writer depicts the privilege of reviewing Dr.A.D. Naseem's research and critical services, which have left an indelible mark in the world of Urdu literature. His unwavering dedication to his craft serves as a wellspring of inspiration for aspiring researchers and scholars, elevating the status of Urdu research on a global scale. In a landscape where academic excellence is paramount.

Keywords: Breezy, Dr. Naseem, Urdu Literature, Global Scale, Chisti Sophia

اردو کے قدیم شعری تذکرے ہمارے ادبی سرمائے کا وہ گراں قدر سرمایہ ہیں جن سے ہم اپنی زبان کے ادبی و تنقیدی شعور کی ابتدائی تاریخ مرتب کر سکتے ہیں۔ اردو کے قدیم تذکرہ نگاروں نے جن تنقیدی و تحقیقی اصولوں کو بنیاد بنایا ان میں ربط کلام، خوش فکری، تازہ لفظوں کی تلاش، گفت گو کی صفائی، ایجاد مضامین، تہ داری، درد مندی اور طرز احساس وغیرہ ایسے عنوانات سے موضوعہ شعرا کی شعری صلاحیتوں کو پرکھا گیا ہے۔ ان تذکرہ نگاروں کے ہاں فارسی کا تنقیدی شعور بھی دکھائی دیتا ہے۔ اردو تحقیق کی روایت میں ان شعری تذکروں کو ابتدائی معلومات کا ذریعہ بنایا گیا۔ بیسویں صدی کی اردو تحقیق میں حافظ محمود شیرانی (۱۸۸۰۔۱۹۴۶ء)، قاضی عبدالودود (۱۹۸۴ء)، مولانا امتیاز علی عرشی (۱۹۰۵۔۱۹۸۱ء)، ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۶۔۱۹۸۶ء)، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (۲۰۰۵ء)، ڈاکٹر جمیل جالبی (۱۹۲۹۔۲۰۱۹ء)، رشید حسن خاں (۱۹۲۵۔۲۰۰۶ء)، مشفق خواجہ (۱۹۳۵۔۲۰۰۵ء) اور ڈاکٹر وحید قریشی (۱۹۲۵۔۲۰۰۹ء) اہم نام ہیں۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم (۲۰۰۲ء) پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور میں تحقیق و تنقید کے اس فکری دبستان سے تعلق رکھتے تھے، جس کی بنیاد پروفیسر حافظ محمود شیرانی (۱۸۸۰۔۱۹۴۶ء)، مولوی محمد شفیع (۱۸۸۳۔۱۹۶۳ء) اور ڈاکٹر سید عبداللہ جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں نے رکھی تھی۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم قیام پاکستان کے بعد پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے شعبہ اردو سے پی ایچ ڈی کرنے والے پہلے سکالر تھے۔ ایم اے اردو سے پی ایچ ڈی اردو تک کے عرصے میں ان کی تنقیدی و تحقیقی جہات کا تعین ہو چکا تھا۔ ان کی تحریروں کا مرکز و محور ادب کی مذہبی اور صوفیانہ جہات ہیں۔ ان کا تنقیدی و تحقیقی سرمایہ بہ ذات خود ان کی اس شعبے کے ساتھ دل چسپی کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر نسیم اپنی تحریروں میں مذہب و تصوف کو بنیاد بناتے ہیں۔ ان کی چند تحقیقی و تنقیدی کتب شائع ہوئی ہیں، کچھ تاحال غیر مطبوعہ ہیں۔ ان میں **اردوئے قدیم اور چشتی صوفیا**، **بارہویں صدی ہجری میں دلی کا شاعرانہ ماحول**، **محمد ﷺ نور مجسم**، **حیات النبی ﷺ**، **خواجہ میر دردؒ کا تصوف** (مقالہ پی ایچ ڈی)، **اردو شاعری کا مذہبی اور فلسفیانہ عنصر** (پی ایچ ڈی کا مقالہ)، **اردو شاعری کی مذہبی اور صوفیانہ تلمیحات و مصطلحات**، **اردو فکشن: مشرقی اقدار کی روشنی میں**، **تذکرۂ لالہ زار**، اور **خواجہ میر دردؒ کے شاگرد** وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اُن کے علمی سرمائے میں اچھا خاصا کام اردو ادب کی تاریخ کے حوالے سے ہے۔ ان کے ایم اے اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات اور دیگر کتابوں کا تعلق بھی کسی نہ کسی طرح تاریخ ادب سے ہے۔ **اردوئے قدیم اور چشتی صوفیا**، **بارہویں صدی ہجری میں دلی کا شاعرانہ ماحول** اور

تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند بہ راہ راست تاریخ ادب سے متعلق کتابیں ہیں۔ انھیں آغاز ہی سے صوفیۂ چشت سے گہری عقیدت تھی۔ برعظیم میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں نے دیگر سلاسل کی طریق سے ہٹ کر کام کیا۔ چوں کہ صوفیہ کا عوام الناس سے تعلق سماجی اور لسانی سطح پر بھی استوار ہوتا ہے اس لیے انھوں نے بھی مقامی معاشرت کو اپنایا۔ ان بزرگوں کی کاوشوں سے عربی اور فارسی کے الفاظ مقامی زبانوں سے آمیز ہوئے۔ اس بارے میں ڈاکٹر نسیم لکھتے ہیں:

> "یہ لسانیاتی آمیزش بادی النظر میں کتنی ہی غیر اہم کیوں نہ نظر آتی ہو اس کی حقیقت اوراہمیت تقابلی لسانیات کے علما ہی جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیامیں جہاں کہیں بھی مختلف اللسان اور مختلف المذاہب اقوام کا اس طرز اور اس انداز میں وسیع پیمانے پر تادیر میل ملاپ ہورہاہے کہ ان میں سے ایک فاتح اوردسری مفتوح ہویاایک اثرانداز اور دوسری اثرپذیر ہونے کی حیثیت اور صلاحیت رکھتی ہو توایک نئی ثقافت اور ایک نئی زبان نے ضرور جنم لیناہوتاہے۔ برصغیر میں یہ صورت حال اگرچہ عرب فاتحین کے سندھ میں داخل ہوتے ہی شروع ہوگئی تھی لیکن اس کے لیے صحیح، مناسب اور سازگار فضافتح دہلی کے قریبی زمانے میں دار السلطنت دہلی اور اس کے گردونواح کے علاقے میں پیداہوئی ہے جہاں صوفیائے چشت نے ابتدائی مراحل میں تبلیغ و تلقین دین کاکام کیاہے، اور جوماہرین لسانیات کی اکثریت کے نزدیک اردو کی جنم بھومی ہے۔"(۱)

ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم نے برصغیر میں اردوزبان وادب کے فروغ میں بزرگان چشت کی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیاہے۔ انھوں نے اردو کی ترقی کا ابتدائی سہرا انھی بزرگان دین کے سر باندھاہے :

> "اردوزبان چوں کہ ابتدامیں ہندی اور فارسی، عربی الفاظ سے ریختہ ہوئی ہے، اس لیے اصولی طورپر اس کے معماروں میں ہراس شخص کا نام آناچاہیے جس نے اپنی تحریر یاتقریر کے ذریعے اس زمانے میں کچھ نہ کچھ حصہ ادا کیاہے۔ جب مسلمان نئے نئے دہلی اوراس کے بعد گردونواح میں آئے تھے ان میں چشتی صوفیا کے کام کو سرفہرست جگہ ملنی چاہیے، اگرچہ بعد میں بھی اس گروہ کے صوفیا اوراس سلسلے میں مرید شاعروں نے اردو کی ترویج وترقی میں نمایاں حصہ لیاہے، لیکن "سابق ہی اول ہوتے ہیں" کے مقولے کے پیشِ نظر ان ابتدائی صوفیائے چشت کی خاص اہمیت ہے۔"(۲)

صوفیہ کے ارشادات عالیہ (جو ملفوظات کی صورت میں موجود ہیں) میں بھی مختلف زبانیں باہم آمیز ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ڈاکٹر نسیم نے بڑی صراحت کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (۱۱۴۳۔۱۲۳۶ء) سے لے کر حضرت شیخ جمالیؒ(۱۵۳۵ء) کے زمانے تک، ساٹھ کے قریب اہل چشت کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔، یہ اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔ **بارہویں صدی ہجری میں دلی کا شاعرانہ ماحول** بھی ان کی ادبی تاریخ نویسی کا عمدہ نمونہ ہے، انھوں نے اس کتاب میں بارہویں صدی ہجری کے دبستان دہلی کے علمی وادبی رجحانات کی خوب منظر کشی کی ہے۔اس کتاب میں قدیم شعری تذکروں کو بنیاد بنایا گیا ہے، اس کتاب میں اس عہد کے شاعروں اورادیبوں کے طرز زندگی کے ساتھ ساتھ بادشاہان اور عوام الناس کے اجتماعی مزاج کی خوب عکس گری کی گئی ہے۔اس عہد کی شاعرانہ تخلیقات کے متنوع اور متفرق تجربات، زبان اورزبان دانی کے اصول وضوابط، علمائے کرام اور شعرا حضرات کے باہمی تعلقات، علم وفضل کی عمومیت، عام انسان کی زندگی میں موجود قناعت پسندی اور درویشی، موسیقی اور سماع اور اس معاشرے سے تعلق، شاعری پر ثقافتی قدروں کے اثرات، مشاعروں اور شعرا کے تخلص کا نفسیاتی پس منظر، استادی اور شاگردی کی عظیم روایت، تذکرہ نویسی اور مختلف نئی اصناف کے ورود ونزول کے اسباب واثرات، تمام کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے۔ تاریخ نویسی کے اس موڑ پر ڈاکٹر نسیم نے شعری تذکروں کو اہمیت دی ہے، اس کا سبب ان کی مشرقی اقدار سے دل چسپی ہے۔ڈاکٹر سعادت سعید ان کی شخصیت کے اس پہلو کے بارے میں یوں کہتے ہیں:

> "یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر الف۔د۔نسیم اپنی تنقید وتحقیق کے دوران مشرقی روایات کو زیادہ معتبر خیال کرتے ہیں۔وہ سمجھتے تھے کہ مشرقی اقدار اورروایات اس قدر پختہ، مضبوط اور مستحکم ہیں کہ ہمیں مغربی روایات کی ضرورت نہیں۔اس لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے دلائل میں تذکروں سے زیادہ مدد لیتے ہیں۔"(۳)

کلاسیکی عہد کے شعری دواوین اور تذکرہ جات کی زبان میں فارسی آمیزی کی بہ دولت اس عہد کی منظر کشی مشکل عمل بن جاتی ہے، ہمارے ادبی مورخین کا اسلوب (جمیل جالبی اور تبسم کاشمیری کے علاوہ) عام طور پر دقیق اور بوجھل ہو جاتا ہے۔الف۔د۔نسیم کا اسلوب تحریر تخلیقی ہے، ان کی تحریر کی دل کشی ان کے مزاج میں موجود جمالیات کی آئینہ دار ہے۔یہ بات درست ہے کہ:

> "تحقیق میں ان (نسیم صاحب) کا اسلوب دل چسپ اور پر اثر ہے، وہ تحقیق کے لیے خشک طرز تحریر کو پسند نہیں کرتے۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی اس کاوش کو اپنے کمال فن، محققانہ ژرف نگاہی اور پختہ اسلوب بیان سے شاہ کار بنادیا ہے۔یہ ایک ایسا فن پارہ ہے

کہ جس نے پوری ایک صدی کا ادبی سفر قلم بند کر دیا ہے، چوں کہ یہ کتاب محض شعرائے کرام کے مرقع، دہلی کی تہذیب وثقافت کی تصاویر ہی فراہم نہیں کرتی بل کہ اردو زبان کی ترقی وترویج، مختلف اصناف شعر کا فروغ، ادبی کارناموں اور دہلی کے نواح میں پرورش پاتا ہوا ادبی ماحول اور اس ماحول کی بہ دولت اردو زبان وادب کے ساتھ ساتھ اردو شعر وادب کے فروغ اور ترقی کا کامل منظر نامہ دکھائی دیتا ہے، تحقیق وتنقید کے دوران جتنے بھی موضوعات زیر بحث رہے، کی داخلی وخارجی شہادتوں کے لیے مستند کتابوں اور تذکروں تک رسائی حاصل کر کے ان میں سے حوالوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ تحقیق کے دوران وہ اپنے موضوع ہی پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں، حالاں کہ بعض محققین تحقیق کے دوران اصل موضوع سے ہٹ کر قصہ آرائی میں الجھ جاتے ہیں۔"(۴)

ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے، انھوں نے قدیم شعری تذکروں کے (مردہ خانوں میں لاوارث لاشوں کی طرح پڑے) شاعروں کو ان کے عہد کے شعری رجحانات کے تناظر میں شناخت دی، ان شعرا کے تفصیلات بیان کرتے ہوئے کسی مقام پر بھی ان کی ذاتی پسند ناپسند نظر نہیں آتی۔ بارہویں صدی ہجری کے دہلی کی ادبی تاریخ لکھتے ہوئے جہاں کہیں بھی انھیں بوجھل پن کا احساس ہوتا ہے، دل چسپ لیکن متعلقہ واقعات کی مدد سے وہ تحریر میں دل کشی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہاں ان کے انداز بیان کے تیور دیکھیے:

"اس زمانے کے اہل دلی میں جب ہم مجلس آرائی اور بزم پسندی کا عام رجحان دیکھتے ہیں اور محافل میں لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی، گپ بازی، سخن سازی کی حکایتیں پڑھتے ہیں تو ان کے زخموں پر چراغاں کا گمان ہوتا ہے۔ اسے ہماری شوخی اندیشہ کہیے یا اہل دلی کی خود فریبی۔ بہ ہر حال یہ بات ضرور ہے کہ مزاح اور ظرافت کے شیشے میں ہجوم زخم پر گل دستے کا گمان ہوتا ہے۔ میر جس کی زندگی مصائب کا ایک لامتناہی سلسلہ تھی جب بہ خود مشغولیت سے نکل کر راجع بہ خلق ہوتا ہے تو طنز کے نشتر لگانے، ہجو کی خاک اڑانے اور مزاح کے پھول بکھیرنے سے نہیں چوکتا۔"(۶)

دوران تحریر، واقعات کچھ اس اس طرح سے بیان ہوتے ہیں کہ قاری خود کو اسی ماحول میں محسوس کرتا ہے:

"دلی کے جسم پر لالہ رنگ ہزاروں زخموں میں سے ایک زخم ایسا تھا جس کی مثال سوائے ہندوئوں کے شاید کسی اور کو نہیں ہے، میری مراد ایک عورت کا اپنے خاوند کے مرنے کے بعد آگ میں کود جانا اور جان دے دینا ہے۔ یہ کوئی خودکشی نہیں تھی بل کہ ایک مذہبی رسم تھی۔۔۔ بھگوان نرائن کھتری کی بیوہ جو محلہ وکیل پورہ شاہ جہاں آباد میں رہتی تھی۔ پینتیس سال کی عمر میں اپنے شوہر کے ساتھ بڑے حوصلے، استقامت اور ثبات کے ساتھ ستی ہو گئی تھی۔ جب اسپ سوار اس کے شوہر کی نعش کے ساتھ ویرانے کی طرف چلے تو تماشائیوں کا اتنا ہجوم ہو گیا کہ اس نگاہ کا اس نگاہ سے ملنا مشکل ہو گیا۔"(۷)

اردو زبان وادب کے مورخ کی حیثیت سے ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم کے ایک اور تحقیقی کارنامے کا تذکرہ کرنا ضروری ہے، یہ ان کی برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی ادبی خدمات کے لیے ترتیب دیے گئے ایک گراں قدر تحقیقی منصوبے میں شمولیت ہے۔ ان کے دیگر علمی کاموں کی وجہ سے **تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند** میں ان کے لکھے ہوئے ابواب کی طرف ناقدین کی زیادہ توجہ نہیں گئی۔ یہ ضخیم ادبی تاریخ ڈاکٹر علاؤالدین صدیقی اور گروپ کیپٹن فیاض محمود (۱۹۸۲ء) کی ادارت میں ترتیب دی گئی تھی، اس منصوبے میں الف۔ د۔ نسیم نے اہم کردار ادا کیا۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے اس علمی و تحقیقی منصوبے میں اردو کے ساتھ دیگر زبانوں کی تاریخ بھی مرتب کی گئی۔ الف۔ د۔ نسیم نے اس سلسلے میں اہم ترین ابواب تحریر کیے۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی کتاب **اردو کی ادبی تاریخیں** میں پنجاب یونیورسٹی کے اس ضخیم منصوبے پر تفصیلی بحث کی ہے۔ گیان چند کے تجزیے میں کہیں کہیں ان کا تعصب بھی جھلکتا ہے۔ مثال کے طور پر اس کتابی سلسلے کے تعارف میں وہ لکھتے ہیں:

"پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے جو ضخیم **تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند** شائع کی اس کی جلد ۶ تا ۱۰ اردو ادب سے متعلق ہیں اور ۷۲۔۱۹۷۱ء میں شائع ہوئیں۔ یہ ایک مخصوص قسم کی تاریخ ہے جس میں ادب کو ملت اسلامیہ کے آئینے میں دیکھا گیا ہے۔ چھٹی جلد کے تعارف میں مدیر عمومی گروپ کیپٹن سید فیاض محمود کہتے ہیں کہ اس تاریخ ادب کا مقصد یہ ہے کہ ادب کو معاشرے کے ایک تقاضے کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ مسلمانان برصغیر کی پوری زندگی اور تہذیب کا جامع عکس پیش ہو جائے، اس کے لیے انھوں نے تحریری ادب کے ساتھ لوک ادب کو بھی اہمیت دی، اس کے علاوہ دوسرے درجے کے یعنی چھوٹے

مصنفین پر بہ طور خاص توجہ کی کیوں کہ ان کے عام زندگی کی عکاسی عظیم شعرا یا مصنفین کی نسبت بہتر طریقے سے ہوتی ہے۔"(۸)

اس منصوبے کے مقاصد کے بارے میں ڈاکٹر علاؤالدین صدیقی(۱۹۷۶ء)ابتدا میں لکھتے ہیں:

"**تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند** لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ ان فکری عوامل اور شعائر زندگی کی نشان دہی کی جائے جس سے اس برصغیر کے مسلمانوں کی ثقافتی زندگی اور معاشرتی اقدار کی تعمیر ہوئی"(۹)

ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی کتاب **اردو کی ادبی تاریخیں** میں ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم کے تحریر کردہ تحقیقی اور تنقیدی حصے پر یہ اعتراضات کیے ہیں:

ا۔ ان کے تحریر کردہ ابواب بے ربط اور بے ترتیب ہیں، ان کو لکھتے ہوئے مناسب خاکہ نہیں بنایا گیا۔(۱۰)

ب۔ڈاکٹر نسیم کا اسلوب متعصبانہ ہے، ایسے لگتا ہے کہ یہ تاریخ ادب نہیں تاریخ ملت لکھی جارہی ہے۔(۱۱)

ج۔ڈاکٹر الف ۔د۔ نسیم کے لکھے ہوئے تیسرے باب کا عنوان ہے:"اردو زبان وادب کے ابتدائی نمونے"، اپنے مشمولات کے لحاظ سے اس باب کا عنوان "قدیم اردوادب کی شعری اصناف" ہونا چاہیے تھا۔ کیوں کہ اس میں تاریخی اعتبار سے نمونے دینے کی بجائے اصناف ہی کا بیان کیا گیا ہے۔(۱۲)

د۔ ڈاکٹر نسیم سے پرانے نثری اور شعری نمونوں کے تعارف میں غلطیاں ہوئی ہیں۔(۱۳)

ہ۔ الف۔د۔ نسیم کا انداز بیان مناظرانہ ہے۔مثال کے طور پر دھرپد اور بشن پد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان میں باطنی روح صوفیہ نے پھونکی ہے، گویا وہ انھیں کفر وشرک سے نکال کر اسلامی فضا میں لائے ہیں"(۱۴)

و۔ شہباز حسینی(۱۴۶۷ء) کی غزل (توں توصحی ہے لشکری کو نفس گھوڑا سار توں) کو غلطی سے خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔بابا فرید گنج شکرؒ (۱۱۷۳۔۱۲۶۵ء) کے ریختے مشکوک ہیں، جھولنا بھی انھی کی ایجاد کردہ صنف ہے۔ہندی کی ایک عروضی ہیئت کو غلط فہمی کی بنیاد پر بابا فرید گنج شکرؒ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔(۱۵)

ز۔ "مشائخ اور دوسرے مصنفین" کا بیان دو ابواب ۴ اور ۵ پر حاوی ہے۔ تاریخی ترتیب گڑبڑا گئی ہے۔(۱۶)

ح۔خواجہ معین الدین چشتیؒ کو ایک علاحدہ عنوان کے تحت تفصیل سے لکھنے کا کوئی جواز نہیں، کیوں کہ ان کا کوئی اردو شعر یا جملہ دستیاب نہیں۔امیر خسروؒ (۱۲۵۳۔۱۳۲۵ء) سے منسوب پہیلیاں اور چیستان وغیرہ کی صحت مشکوک ہے۔(۱۷)

ط۔ نسیم صاحب بے موقع مذہبی چوٹ کرنے میں تامل نہیں کرتے۔مثال کے طور پر گیان چند نے یہ اقتباس درج کیا ہے:

> ''اس عمل کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ (۱۳۲۱۔۱۴۲۲ء) اوران کے خلفا اور مریدین نے ، جن کا دائرۂ اثر زمانی اور مکانی لحاظ سے دور دور تک پھیلا تھا، جاری رکھا اور اس طرح جنوبی ہند کی دراوڑ قومیں برہمنوں کی ساحری اور شمالی ہند کے آریائوں کی جادو گری سے آہستہ آہستہ نکل کر اپنی خودی کا احساس اور اپنی عظمت کی پہچان کرنے لگیں۔''(۱۸)

ط۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم نے بڑی تلاش سے تخلیق کاروں کا انبار لگایا ہے اوران میں بہت سے غیر معروف یا کم معروف لیکن قابل ذکر مصنفین بھی ہیں۔

ی۔ بہت سے ایسے مشائخ کو علاحدہ عنوان کے تحت لایا گیا ہے جو اردو کے ادیب نہیں۔یہ کتاب تاریخ ادب ہے، تذکرۃ الاولیا نہیں۔

۱۔ روایات کے کی صحت کا خیال نہیں رکھا، غیر مستند کی تقلید کی ہے۔

۲۔ ایک علاقے کے صوفیہ کو دوسرے علاقے میں رکھ دیا ہے۔

۳۔ زمانی ترتیب کی سختی سے پابندی نہیں کی۔(۱۹)

کتاب کا دوسرا باب ''ادبی منظر'' ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم نے لکھا ہے، یہاں ہم پہلے سے بھی زیادہ اپنی جانی پہچانی فضا میں سانس لیتے ہیں۔یہ باب بہت مفید اور معلومات افروز ہے۔(۲۰)

ڈاکٹر گیان چند متذکرہ بالا تاریخ پر تبصرہ کرتے ہوئے خاص مشکک لگے ہیں۔اس تاریخِ ادب کے محاکے کے دوران ان کا طنزِ ملیح بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔اس کی وجہ شاید کتاب کا عنوان ہے۔کتاب کو موضوع کے لحاظ سے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں تک محدود کر دیا گیا تھا اس لیے ان کے اعتراضات بجا ہیں۔اس کتاب کے جن اجزا کو ڈاکٹر نسیم نے تحریر کیا ہے اسلوب کے لحاظ سے عمدہ ہیں اس کا اعتراف ایک جگہ پر خود گیان چند صاحب نے بھی کیا ہے۔کچھ مقامات پر ڈاکٹر الف د نسیم صاحب کا جذباتی ہو جانا فطری ہے۔

مسلم صوفیہ اور علما کے لیے زیادہ صفحات مختص کرنے کا اعتراض مناسب نہیں، ظاہر ہے مسلمان صوفیہ اور علما نے اردو زبان وادب کے ارتقا میں جو بنیادی کردار ادا کیا، اس سے انکار ممکن نہیں، جمیل جالبی جیسے مستند، غیر جانب دار اور معتبر ادبی مورخ نے بھی اپنی تاریخ ادب اردو میں مسلم صوفیا و علما کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہیں۔

ڈاکٹر الف د نسیم ایک نقاد اور محقق ہونے کے ساتھ صوفی مشرب انسان بھی تھے۔ان کے ہاں جذباتی انداز بیان کے باوجود کہیں بھی حقائق سے انحراف نہیں ملتا۔مثال کے طور پر ان کی تحریر میں سے ایک اقتباس دیکھیں ،انھوں نے کس غیر جانب داری سے اردو کی ترقی میں ہندو مسلم دونوں قوموں کی خدمات کا اعتراف کیا ہے:

> "اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے اردو زبان کی ابتدائی تعمیر میں اس وقت سے حصہ لینا شروع کیا تھا جب دہلی میں ابھی تک اردو شاعری کے باقاعدہ آغاز کے کوئی آثار نہ تھے۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اردو رسم الخط، زبان وادب کی بنیاد اور ان کا وجود ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترک کوششوں کا مرہون منت ہے"(۲۱)

ڈاکٹر نسیم کی علمی سچائی اور ایمان داری اس بات سے بھی واضح ہے کہ انھوں نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے **اردو شاعری کے مذہبی و فلسفیانہ عنصر** میں تمام مذاہب کے پیروکار شعرا کی شاعری کا بلا تعصب جائزہ لیا ہے۔بلاشبہ ڈاکٹر الف د نسیم کا علمی سرمایہ کسی بھی فکری جانب داری سے پاک ہے،انھوں نے ہمیشہ "حق بہ حق دار رسید" کا اہتمام کیا ہے۔ مجموعی طور ڈاکٹر گیان چند جین بھی اس علمی اودبی منصوبے کے معترف ہیں،اس لیے اعتراف کرتے ہیں:

> "کئی کمیوں کے باوجود اس تاریخ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ لکھی گئی، مکمل ہوگئی، قارئین کو میسر آگئی۔دور جدید کے بارے میں یہ اتنی طمانیت بخش نہیں جتنی قدیم اور وسطی دور کے سلسلے میں ہے۔اس کی وجہ مضمون نگاروں میں علم کی کوتاہی نہیں صفحات کی تحدید معلوم ہوتی ہے۔جب تک ڈاکٹر جمیل جالبی کی مکمل ہو کر سامنے نہیں آجاتی پنجاب یونیورسٹی کی یہ تاریخ پور اردو ادب کی اہم ترین تاریخ رہے گی۔"(۲۲)

مرثیے کی صنف سے ڈاکٹر الف د نسیم صاحب کی دل چسپی کا ایک اہم ثبوت ان کی کتاب **تذکرۂ لالہ زار** ہے۔یہ بہ راہ راست تاریخ نویسی تو نہیں ہے لیکن اس میں تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہو جانے والے متعدد مرثیہ نگاروں کا تعارف ہے،اسے اردو کے کلاسیکی مرثیہ نگاروں کا تذکرہ کہنا بہ جا ہو گا۔چوں کہ مرثیے کے فن وارتقا پر بہت سی کتابیں موجود ہیں اس لیے انھوں نے مرثیے کی تاریخ کو دہرانے سے گریز کیا ہے۔یہ تحقیقی کام اہم یا غیر اہم مرثیہ نگاروں کی درجہ بندی نہیں کرتا بل کہ سیدنا امام حسین اور ان کے رفقا کی شہادت کی نوحہ گری کرنے والوں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔اس میں اصناف کا تخصص

بھی نہیں ہے۔مرثیہ کی اصل یامروجہ ہئیت سے ہٹ کر دیگر اصناف میں مرثیہ نگاری کا تذکرہ بھی کر دیا گیا ہے۔ ضمنی طور پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کے خاندان کے افراد کے فضائل پر لکھی گئی منقبتوں کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔اس تحقیقی کام میں میں میر زا محمد رفیع سودا اور میر زا غالب کے ساتھ ساتھ متعدد غیر معروف مرثیہ نگاروں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ڈاکٹر نسیم صاحب یہاں بھی قدیم تذکروں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

ڈاکٹر الف د نسیم کے غیر مطبوعہ علمی کارناموں میں ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ **اردو شاعری کا مذہبی اور فلسفیانہ عنصر** اہم ہے، یہ اپنے موضوع کے حوالے سے وقیع اور جامع تحقیقی کارنامہ ہے۔اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ اردو شاعری میں موجود صوفیانہ افکار کو موضوع بنایا گیا ہے۔ فلسفہ و تصوف ڈاکٹر الف د نسیم کا پسندیدہ موضوع تھا اس لیے اس کام میں ان کے تحقیقی جواہر کھل کر سامنے آئے ہیں۔شاعری اور تصوف کے موضوع پر تحریر کردہ کتب میں اس مقالے کے حوالہ جات ملتے ہیں لیکن یہ تاحال شائع نہیں ہو سکا، یہ مقالہ بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔ڈاکٹر نسیم نے خوب صورت انداز میں ہندستان میں مختلف قوموں کے مذہب پسند مزاج کی طرف اشارہ کیا ہے :

> "مذہب پرستی ہندستان کے خمیر میں ہے، یہاں جس قوم نے بھی قدم رکھا، مذہب سے بے نیاز نہ ہو سکی، عوام پر مذہب کی اس شدید گرفت کا نتیجہ ہے کہ اس جگہ ایک قوم نے دوسری قوم کو نیچا دکھانے کے لیے ہمیشہ مذہب اور کلچر کا نعرہ بلند کیا، بڑی بڑی جنگیں اسی پس منظر میں لڑی گئیں۔ مغربی اقوام کی آمد پر اقتدار کی جو جنگ اور نظریات کی جو پیکار دیکھنے میں آتی ہے ۔اس میں بھی بنیادی ہاتھ مذہب اور کلچر کا ہے۔اب چوں کہ اشاعت، طباعت، تبلیغ و تلقین اور تعلیم تدریس کی بے شمار سہولیتیں اور ذرائع موجود تھے اس لیے نزاع کا سب سے بڑا محاذ تقریر و تحریر کا محاذ بنا۔"(۲۳)

ڈاکٹر نسیم نے مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی شاعری میں بھی صوفیانہ عناصر کا جائزہ لیا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی مصنف نے اس مقالے میں علم کی حقیقت، ترکیب و تشکیل عالم، جسم و غیر جسم کا تضاد، جوہر و عرض، علت و معلول، مادہ اور غیر مادہ کی اصلیت، سکون و ثبات، عناصر کی بحث، شہود و حقیقت، انسان کی حیثیت، محبت و نفرت، خود شناسی و خودی ۔ زمان و مکاں، نظریہ اضافیت، جزو و کل، حقیقت روح، وجود و عدم، خیر و شر، (وحدت الوجود) وغیرہ کی روشنی میں اردو شاعری کی قدر و قیمت کا تعین

کیاہے۔جومذہبی موضوعات سامنے آئے ہیں ان میں خدا ، انبیا، ملائکہ، مذہبی کتب ، روز معاد ، تقدیر اور غیب پر ایمان اور موت وحیات اور روح سے متعلقہ مباحث کے ساتھ ساتھ حج، روزہ، زکوٰۃ، جہاد، قربانی، فاتحہ، خیرات، حلال، حرام، نصاب، نکاح، جملہ فرائض سنن، واجبات نوافل، مباح، اعمال اور مذہبی رسوم وتقاریب، اوامر ونواہی، خیر وشر، مذہبی قانون، شخصی اور مجلسی اخلاق، مذہبی قانون اور فقہ وغیرہ سے متعلق مسائل پر تفصیل کے ساتھ بحث ملتی ہے۔

> "اردو شاعری میں موجود مذہبی اور صوفیانہ تلمیحات و مصطلحات بھی ڈاکٹر الف دنسیم کا ایک قابل قدر تحقیقی کام ہے۔اس موضوع پر بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن یہ اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے، اردو شاعری کے عمومی مزاج کی وجہ سے اس کی نوے فی صد تلمیحات مصطلحات کا تعلق قرآن وحدیث اور مسلم تاریخ وثقافت سے ہے۔ڈاکٹر صاحب کے اس غیر مطبوعہ علمی کام کے مختلف ابواب کی تفصیل یوں ہے۔" (۲۵)

پہلا باب (بہ عنوان تلمیحات متعلق بہ حضرت آدم علیہ السلام)

اس باب میں تخلیق آدم، بدن آدم میں روح کا آنا، آدم بہ حیثیت خلیفۃ اللہ علی الارض، آدم کا بار امانت اٹھانا، تخلیق آدم کے وقت اللہ اور فرشتوں کا مکالمہ، فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا اور ابلیس کا حکم خداوندی سے انکار، انکار شیطان کا نتیجہ، آدم وحوا کا خلد سے نکلنا، ان کا رونا اور توبہ کرنا، ہابیل و قابیل کا معاملہ زیر بحث آیا ہے۔

دوسرا باب (تلمیحات متعلق بہ حضرت نوح علیہ السلام)

اس باب میں حضرت نوح کا عذاب الٰہی کے لیے دعا کرنا، کشتیِ نوح، پسر نوح، کشتیِ نوح کا حلۂ جودی پر ٹھہرنا اور طوفان نوح کا تفصیلی بیان ہے۔

تیسرا باب (حضرت صالح، حضرت ادریس اور حضرت ہود علیہ السلام سے متعلق تلمیحات)

اس باب میں اقوام پر عذاب الٰہی کی صورتیں، صالح کی اونٹنی کا واقعہ، قوم عاد وثمود کے واقعات سے متعلق تلمیحات درج ہیں۔

چوتھا باب (حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت لوط علیہ السلام سے متعلق تلمیحات)

اس باب میں پرستشِ نجوم، ابراہیم بہ حیثیت خلیل اللہ، بت شکنی، آتش نمرود، آزر بت تراش، اسماعیل کی قربانی، تعمیرِ کعبہ، کعبہ کی متعلقات ومنسوبات، قوم لوط کی بربادی وغیرہ کا ذکر ہے۔

پانچواں باب(حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے متعلق تلمیحات)

اس باب میں برادرانِ یوسف، حسنِ یوسف، چاہِ یوسف، یوسف وزلیخا، یوسف کی خریدار زنِ پیرانہ سال، عزیزِ مصر، زندانِ یوسف، یوسف کے فراق میں حالتِ یعقوب، ماہِ کنعاں، پیرِ کنعاں وغیرہ کی تلمیحات کا ذکر ہے۔

چھٹا باب(حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق شعری تلمیحات)

یہ باب شعیبؑ کی قوم پر عذابِ الٰہی، عصائے موسوی، دربار فرعون، قارون کے خزانے، کوہ طور، یدبیضا، سامری جادوگر اور احوال بنی اسرائیل سے متعلقہ تلمیحات پر محیط ہے۔

ساتواں باب(دیگر انبیائے کرام سے متعلق تلمیحات)

اس باب میں حضرت خرقیلؑ کی دعاؤں سے مردوں کا زندہ ہونا، طالوت وجالوت کے واقعات، لحن داؤدی، تخت سلیمان، ملک بلقیس، ملکۂ سبا، صبر ایوبؑ، اصحاب کہف، زکریاؑ کی پیرانہ سالی، یحییٰؑ کا بچپن، عزیرؑ کا سو سال بعد زندہ ہونا، حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں جانا، حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو نصیحت، حضرت عیسیٰؑ کا بن باپ پیدا ہونا، عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا، حضرت مریمؑ پر تہمت کا لگنا، صلیبِ عیسیٰؑ اور ان کا دوبارہ زمین پر آنا جیسی تلمیحات درج ہیں۔

آٹھواں باب(تلمیحات متعلق بہ سرکار ہر دوعالم ﷺ)

اس باب میں نور محمدیؐ، سیدہ حلیمہ سعدیہ، واقعۂ غار حرا، غار ثور، واقعۂ معراج، معجزات رسولؐ، غزوات نبیؐ سے متعلق تلمیحات کی تفصیل ملتی ہے۔

نواں باب(اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلقہ تلمیحات)

اس باب میں خلفائے راشدین (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور دیگر کبار صحابہ کرام حضرت بلال، حضرت اویس قرنی، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو ایوب انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اولیائے کرام سے متعلقہ تلمیحات پر تفصیلی تبصرہ کیا گیا ہے۔

دسواں باب(تلمیحات متعلق بہ قرآن وحدیث)

اس باب میں قرآن مجید اور احادیث رسولؐ سے متعلقہ تلمیحات کا تعارف ملتا ہے۔

گیارہواں باب (متعلقات و منسوبات)

یہ باب تفصیل سے شریعت و طریقت اور اس کے متعلقات شیخ، ناصح، زاہد، محتسب، دیر، حرم، مسجد، محراب، خمریات، جنت و دوزخ، حشر و نشر، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کی صوفیانہ تصریحات پر مشتمل ہے۔ ہماری شاعری میں اب تلمیحات کا استعمال مفقود ہے، نئی نسل ان عظیم تاریخی حوالہ جات سے نابلد ہے، ڈاکٹر الف د نسیم نے مذہبی اور صوفیانہ تلمیحات اور اصطلاحات کو موضوع تحقیق بنا کر اہم ترین کام کیا ہے۔ سید عبدالوحید کے مطابق:

> "ڈاکٹر نسیم کی مذہبی اور صوفیانہ تلمیحات و مصطلحات کے تاریخ وار سفر کی یہ کوشش نہایت کام یاب اور نادر ہے۔ آنے والے وقت میں یہ نئی نسل کے لیے بھی مشعل راہ ثابت ہو گی۔ اس کام کی ضرورت عرصۂ دراز سے محسوس کی جارہی تھی۔ مصنف نے جس طرح سے اسلامی و مذہبی تلمیحات کا تعارف و تجزیہ پیش کیا ہے وہ بہت عمدہ اور منفرد ہے۔ تلمیحات، ان کا جائزہ اور صحیح اور غلط کی نشان دہی پر مصنف نے بہت عمدہ گفت گو کی ہے۔"(۲۴)

ہماری جامعات میں تحقیق کا معیار اور رفتار اور اس سلسلے میں سکالرز کی علمی حیثیت بہ ذات خود ایک مشکل سوال ہے۔ ڈاکٹر نسیم کے کثیر علمی و ادبی سرمائے میں ان کا ایم اے اردو کا تحقیقی مقالہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے حضرت خواجہ میر دردؒ (۱۷۲۰۔۱۷۸۵ء) کی شخصیت اور فن پر نہایت عمدہ کام کیا، اردو ادب کی تواریخ میں یہ مقالہ اولین مستند ماخذ بنا۔ انھوں نے دردؒ کی شاعری کو صوفیانہ اور فلسفیانہ آہنگ سے دیکھا، شاید اسی کام کے دوران انھیں وہ لطف و کرم میسر آیا جس نے انھیں اس سے مماثل موضوع پر ڈاکٹریٹ کی سطح کی تحقیق کرنے پر آمادہ کیا۔ یہ مقالہ پانچ ابواب میں منقسم ہے۔ اس مقالے کا دیباچہ بہ ذات خود ایک الگ مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقالے میں ڈاکٹر نسیم نے اٹھارہویں صدی کے اس اہم شاعر کے افکار کو ان کے عہد کے صوفیانہ رجحانات کے تناظر میں دیکھا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ اس دور میں تو بالخصوص شاعری کو تصوف سے جدا کر کے دیکھا نہیں جاسکتا۔ مسلم تصوف کی توضیحات میں انھوں نے تاؤمت، اشراقیت اور ویدانت کا بھی بہ طور خاص تذکرہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ان فلسفہ ہائے زندگی میں مسلم تصوف کو دیگر پر وہی فوقیت حاصل ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتی ہے، دردشناسی کے حوالے سے یہ ابتدائی کتابوں میں سے ایک ہے:

"ڈاکٹر نسیم نے خواجہ میر دردؒ کے فلسفۂ تصوف کی امتیازی خوبیاں بیان کرنے سے پہلے تصوف کی روایت کو دکھایا اوراس روایت کی بہ دولت مختلف ادوار میں فروغ پانے والے نظریات بھی بیان کیے۔اس کے علاوہ میر دردؒ کے زمانے کے حالات وواقعات،ان کی انفرادی زندگی کے حالات،ان کے خاندان کے لوگوں کا تصوف کی طرف رجحان اور تصوف کی دنیا میں ان کی اہمیت وانفرادیت کے ساتھ خواجہ میر دردؒ کی تربیت میں شامل جملہ عناصر کو بھی بیان کیاہے۔"(۲۵)

خواجہ میر دردؒ ہی کی نسبت سے ڈاکٹر نسیم کاایک اورادبی تحقیقی کام ان کا شان دار مقالہ **خواجہ میر دردؒ کے شاگرد** ہے۔یہ ان کی موضوعہ شخصیت سے محبت اور کلاسیکی دور سے خاص انسیت کا ثبوت ہے۔ ادب کے زمانے پر اور زمانے کے ادب پر اثرات مرتب ہوتے ہیں،لیکن بڑی شخصیت بہ یک وقت ادب اورزمانہ،دونوں کو مسخر کرلیتی ہے،خواجہ میر دردؒ کے منسلکین میں ان کے نام ور شاگرد بھی تھے۔اردو غزل کے ارضی اور مجازی رنگوں میں عشق حقیقی کے شیڈز خواجہ میر درد اوران کے شاگردوں کی بہ دولت ہیں۔ ابتدا میں ڈاکٹر نسیم نے خوب لکھاہے کہ "میر دردؒ کا فیضانِ روحانیت وشعر ان کے ایسے شاگردوں کے ذریعے اگلی نسل تک گیا، جو ان کے شاگرد عزیز ہی نہیں معتقد اور ارادت مند بھی تھے"۔(۲۶) کتاب میں تفصیل کے ساتھ خواجہ میر اثر(۱۷۳۵۔۱۷۹۵ء)، میر حسن (۱۷۲۷۔۱۷۸۶ء)، ہدایت اللہ ہدایت،ثناءاللہ فراق،میر محمدی بیدار اور شاہ محمدی مائل کا تذکرہ کیا گیاہے۔میر وسودا کے دور کے یہ شعرا تاریخ کے دھندلکوں میں معدوم ہورہے تھے،ڈاکٹر الف د نسیم نے ان کی ادبی خدمات کا جائزہ لے کر اس دور کی مٹتی ہوئی تصویروں کو محفوظ کرلیاہے۔

ڈاکٹر الف د نسیم مشرقی اصول وقواعد کے پاس دار ہیں،انھوں نے ادبی فن پاروں کا جائزہ لیتے ہوئے مشرق ومغرب کے دانش مندوں کی فکر سے اخذ واستفادہ کیاہے لیکن ان کے خیال میں جدید ادبی اصناف اور ان کے موضوعات کا مشرقی علوم وفنون کی روشنی مطالعہ کیاجائے توان کی تفہیم نہایت آسان ہوسکتی ہے۔عام طورپر نسیم صاحب کی دل چسپی شاعری میں رہی لیکن یہاں ان کی فکشن کے حوالے سے تحریر کردہ ایک کتاب کا تذکرہ ضروری ہے۔"اردو فکشن:مشرقی اقدار کی روشنی میں"میں ناول،داستان اورڈرامے پر سیر حاصل مطالعات شامل ہیں۔

انھوں نے مولوی نذیر احمد(۱۸۳۰۔۱۹۱۲ء)کے ناول **ابن الوقت**، عبدالحلیم شرر (۱۸۶۰۔۱۹۲۶ء) کے ناول **فردوس بریں** اور مرزا ہادی رسوا(۱۸۵۷۔۱۹۳۱ء) کے ناول **امراؤ جان ادا** داستان میں رجب علی بیگ سرور(۱۷۸۲۔۱۸۶۹ء)کی داستان **فسانۂ عجائب**، اور ڈراما میں آغا حشر اور امانت لکھنوی(۱۸۵۹ء) کا بہ طور خاص مطالعہ پیش کیا ہے۔ یہاں تحقیق سے زیادہ ان کی تنقیدی بصیرت کام آئی ہے۔ڈاکٹر الف د نسیم کا مطبوعہ و غیر مطبوعہ تنقیدی و تحقیقی کام کلاسیکی ادب سے متعلق ہے، ان کا کمال یہ ہے کہ علم و ادب کے نئے جزیرے دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ وہ عقلی بنیادوں پر اپنی قابل عمل تجاویز بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ اردو تحقیق میں لاہور کے دبستان سے تعلق رکھتے تھے لیکن فکری اعتبار سے ان کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جو ایک خاص مقصد کے تحت خاص موضوعات کو اپنی تحقیق کا میدان بناتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) الف۔د۔ نسیم،اردوئے قدیم اور چشتی صوفیا، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان،۱۹۹۷ء)،۱۲۔

(۲) الف۔د۔ نسیم، اردوئے قدیم اور چشتی صوفیا،۳۹۔

(۳) صابری نور مصطفی، ڈاکٹر الف ۔ د ۔ نسیم کی علمی و تحقیقی خدمات:مشرقی اقدار کی روشنی میں، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی اُردو،(لاہور: گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور،۲۰۱۰ء)،۵۰۔

(۴) ایضاً،۶۶۔ (۵) ایضاً،۵۶۔

(۶) الف۔د۔ نسیم، بارہویں صدی ہجری میں دلی کا شاعرانہ ماحول، (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،۱۹۹۹ء)،۲۰۵۔

(۷) الف۔د۔ نسیم، بارہویں صدی ہجری میں دلی کا شاعرانہ ماحول،۱۶۱۔

(۸) گیان چند جین، اردو کی ادبی تاریخیں،(کراچی: انجمن ترقی اردو،۲۰۰۰ء)،۱۶۔

(۹) علاؤالدین صدیقی، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند،۱۲۔

(۱۰) گیان چند جین،اردو کی ادبی تاریخیں،۴۷۶۔

(۱۱) ایضاً،۴۷۷۔ (۱۲) ایضاً،۴۸۳۔ (۱۳) ایضاً،۴۸۹۔

(۱۴) الف۔د۔ نسیم، (شریک مدیر)، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان ہند، (لاہور:پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء)،۱۱۴۔

(۱۵) گیان چند جین، اردو کی ادبی تاریخیں،۴۴۶۔

اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۴، مسلسل شمارہ:۳۷۰، سال۲۰۲۳ء

(۱۶) ایضاً،۴۸۸۔ (۱۷) ایضاً،۴۸۸۔

(۱۸) الف۔د۔نسیم(شریک مدیر)، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان ہند،۱۱۸۔

(۱۹) گیان چند جین،اردو کی ادبی تاریخیں،۹۵۔۴۹۴۔

(۲۰) ایضاً،۵۰۶۔

(۲۱) الف۔د۔نسیم(شریک مدیر)، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان ہند،۱۹۲۔

(۲۲) گیان چند جین،اردو کی ادبی تاریخیں،۵۵۴۔

(۲۳) الف۔د۔نسیم،"مذہب اور شاعری"،مشمولہ نئی شاعری،شمارہ:اول،اگست۲۰۱۶ء۔مدیر ڈاکٹر سعادت سعید،لاہور۔

(۲۴) سید عبدالوحید، ڈاکٹر الف ۔ د ۔ نسیم بطور محقق اور نقاد، مقالہ ایم فل اُردو، (لاہور: گورنمنٹ کالج جی سی یونیورسٹی،۲۰۰۶ء)

(۲۵) صابری نور مصطفی، ڈاکٹرالف دنسیم کی علمی وتحقیقی خدمات:مشرقی اقدار کی روشنی میں،۱۹۳۔

(۲۶) ایضاً،۲۱۵۔

BIBLIOGRAPHY

- Alau al-Din Diddiqui, *Tarīkh-i Adabiyāt-e Musalmanān-e Pākistān-o Hind,* (Lahore:PunjabUniversity,1971)
- Gayan Chand Jain, *Urdū ki Adabī Tarīkaiṉ*, (Karachi: Anjuman Taraqi-e Urdu, 2000)
- Naseem,Alif Dal, *Bārhavṉ Ṣadī Hijrī main Dillī ka Sha'ranah Māḥol*, (Lahore: Maghrabi Pakistan Urdu academy, 1999)
- Naseem,Alif Dal, *Urdū-e Qadī*m aur Chishtī Sūfiah, (Islamabad: Muqtadra Qoumi Zaban,1997)
- Sabri, Noor Mustafa, *Doctor Alif Dāl kī 'Ilmī-o-Taḥqīqī Khidmāt: Mashraqī Iqdār kī Raoshani mein*, PhD Urdu Research Thesis (Lahore: GCU, 2010)
- Syed Abdul Waheed, *Dr. Alif Dal Nasīm Bahtor Mūhaqiq Aur Naqqād*, Research Thesis of MPhil Urdu, (Lahore: Government College University, 2006)

❖❖❖